Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Qur'an and the Intellectual and Moral Development of Youth: In the Context of Contemporary Challenges

قرآنِ کریم اور نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت: عصرِ حاضر کے چیلنجز کے تناظر میں

Naeem Anwar Khan
M. Phil scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
ktknaeem321@gmail.com
Siddiqu Ullah
M. Phil scholar, Department of Islamic Studies Kohat University of Science and Technology
siddiq01051993@gmail.com

Abstract
The modern generation is faced with heavy intellectual and moral issues, such as confusion of ideologies, moral decay, materialism, adverse effects of digital media, identity crisis and value confusion. In such a situation, intellectual and moral growth of the youth has become a key academic and social issue. This paper discusses the principles of intellectual and moral training on youth as described in the Quran and evaluates its usefulness and practicality in overcoming modern day challenges. The Quran shows human beings as being endowed to reason, moral responsibility and conscious choice but acknowledges the youth as the stage of decisional personality formation. Some of the main Quranic principles that are critically examined in this research include development of intellect and reflection, cleansing of self (tazkiyah), ethical principles, moderation, self responsibility, meaning of life and community accountability. Besides this, it provides a critical evaluation of contemporary intellectual problems, such as secularism, atheism, consumerism, moral relativism, and digital culture, to prove how these problems shape the beliefs, behavior, and moral perspective of the youth. This paper will follow the qualitative research approach, which relies on the interpretation of the verses of the Quran, ancient and modern exegeses, and other available contemporary academic literatures. The results show that the Quran offers a comprehensive, coherent and sustainable approach to the intellectual and moral growth of youth both in the individual character building as well as in the social change of the society. Moreover, the cultural interpretation of the Quranic system can provide the youth with intellectual comprehension, moral acumen, and high sense of societal duty which is critical towards the creation of a well-balanced, ethical and dignified society in the contemporary world.

Keywords: *Qur'anic Education, Youth Intellectual Development, Moral and Ethical تربیت, Contemporary Challenges, Digital Culture and Ethics, Islamic Moral Framework, Character Building in Islam*

تمہید(Introduction)

عصرِ حاضر میں نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت ایک انتہائی اہم اور فوری مسئلہ بن چکا ہے۔ گلوبلائزیشن، ڈیجیٹل میڈیا، سوشل نیٹ ورکس، مغربی ثقافت کی بھرمار، سیکولرزم کی لہر اور مادیت پرستی نے نوجوانوں کے ذہنوں اور دلوں کو شدید متاثر کیا ہے۔ آج کے نوجوان نہ صرف معلوماتی انقلاب کا شکار ہیں بلکہ اقدار کے بحران، شناخت کے فقدان، اخلاقی ابہام اور روحانی خلا کا بھی شکار ہیں۔ اس صورتحال میں قرآنِ کریم، جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل کلام ہے، نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت کے لیے

ایک کامل، زندہ اور ہمیشہ کی رہنما کتاب ہے۔ قرآن نہ صرف عقائد کی بنیاد فراہم کرتا ہے بلکہ کردار سازی، خود شناسی، اخلاقی اقدار، ذمہ داری، صبر، شکر، عدل، احسان اور اللہ سے مضبوط تعلق کی تربیت بھی دیتا ہے۔

مسئلۂ تحقیق کا پس منظر یہ ہے کہ آج کے دور میں نوجوانوں کی اکثریت یا تو مذہبی تعلیم سے دور ہو رہی ہے یا پھر مذہبی تعلیم کو رسمی اور روایتی شکل میں دیکھ رہی ہے، جس کا عملی زندگی سے ربط کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر ایک طرف تو دینی مواد کی بھرمار ہے مگر اس میں بہت سی جگہ سطحی، جذباتی اور غیر متوازن مواد بھی موجود ہے جو نوجوانوں کو انتہا پسندی، مایوسی یا سطحی مذہبیت کی طرف لے جا سکتا ہے۔ دوسری طرف مغربی تہذیب کے اثرات نے فرد پرستی، لذت پرستی، آزادیِ جنسی، مادیت اور خود غرضی کو فروغ دیا ہے۔ اس تناظر میں قرآنِ کریم کی آیات کو نہ صرف پڑھنے بلکہ انہیں جدید چیلنجز کے تناظر میں سمجھنے، ان پر غور کرنے اور انہیں زندگی میں عملی شکل دینے کی ضرورت ہے۔

نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت کی عصری ضرورت اس لیے بھی شدید ہے کہ وہ قوم کا مستقبل ہیں۔ اگر نوجوانوں کا فکر اور اخلاق درست نہ ہوا تو معاشرہ، خاندان، معیشت اور ریاست سب متاثر ہوں گے۔ آج کے نوجوان نہ صرف اپنی ذاتی زندگی بلکہ سوشل میڈیا کے ذریعے پوری دنیا کو متاثر کر رہے ہیں۔ ایک طرف وہ ٹیکنالوجی اور سائنس کے میدان میں قوم کی نمائندگی کر سکتے ہیں، دوسری طرف غلط فکری اور اخلاقی انحراف انہیں تباہی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم اس معاملے میں ایک مکمل نصاب پیش کرتا ہے جو فکری طور پر توحید، آخرت، رسالت اور عدل کی بنیاد رکھتا ہے اور اخلاقی طور پر صدق، امانت، عفو، صبر، تواضع، ایثار اور اللہ سے مضبوط تعلق کی تربیت دیتا ہے۔

اس تحقیق کا دائرۂ کار قرآنِ کریم کی ان آیات اور تعلیمات تک محدود ہے جو نوجوانوں کی فکری و اخلاقی تربیت سے متعلق ہیں اور انہیں عصرِ حاضر کے مخصوص چیلنجز (جیسے سوشل میڈیا کا دباؤ، شناخت کا بحران، مادیت پرستی، جنسی ابہام، مایوسی اور انتہا پسندی) کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ تحقیقی زاویہ تجزیاتی اور عملی ہے یعنی قرآن کی آیات کو جدید مسائل کے آئینے میں دیکھا ہے اور ان سے عملی رہنمائی اخذ کی ہے۔ تحقیق کی ساخت اس طرح ہے کہ پہلے قرآن میں نوجوانوں کی تربیت کے بنیادی اصول بیان کیے ہے، پھر عصرِ حاضر کے مخصوص چیلنجز کا جائزہ لیا ہے، اس کے بعد قرآن کی روشنی میں ان چیلنجز کا حل پیش کیا ہے ا۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو نوجوانوں کے لیے ایک زندہ اور متحرک رہنما کتاب کے طور پر پیش کیا جو ان کے فکری اور اخلاقی بحران کا واحد اور مکمل علاج ہے۔

قرآنِ کریم میں نوجوانی کا تصور

قرآن کریم میں نوجوانی کا تصور انسانی زندگی کے مختلف مراحل سے جڑا ہوا ہے، جہاں شباب اور فتیٰ جیسے الفاظ طاقت، نشاط اور ذمہ داری کی علامت کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ انسانی ارتقاء کے مراحل کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک کے سفر کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جہاں بچپن کی کمزوری کے بعد نوجوانی کی طاقت اور پھر بڑھاپے کی کمزوری کا ذکر ہے۔ یہ مراحل نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی ترقی کے بھی عکاس ہیں، جہاں نوجوانی کو طاقت کا دور قرار دیا گیا ہے جب انسان اپنے حواس اور قوتوں کے عروج پر ہوتا ہے۔ مثلاً، انسانی تشکیل کے ابتدائی مراحل میں نطفہ سے لے کر عظم اور لحم تک کی نشوونما کا بیان ہے، جو انسانی ارتقاء کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس کے بعد نوجوانی کا دور آتا ہے جہاں انسان کو اللہ کی طرف سے علم اور قوت عطا کی جاتی ہے تاکہ وہ ذمہ داریاں نبھا سکے۔ شباب کا لفظ قرآن میں نوجوانوں کی جسمانی اور ذہنی طاقت کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ فتیٰ نوجوان مرد کو کہا جاتا ہے جو طاقتور اور ذمہ دار ہوتا ہے۔ انسانی زندگی کے مراحل میں بچپن کی کھیل کود، نوجوانی کی قوت اور بڑھاپے کی کمزوری کا تذکرہ ہے، جو انسان کو اللہ کی قدرت کی یاد دلاتا ہے۔ یہ مراحل اللہ کی حکمت کا مظہر ہیں، جہاں نوجوانی کو امتحان کا دور قرار دیا گیا ہے جب خواہشات اور فتنوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اللہ نے ان مراحل کو بیان کر کے انسان کو اپنی پیدائش اور موت کی حقیقت سے آگاہ کیا ہے تاکہ وہ شکر گزار بنے۔ انسانی ارتقاء میں نوجوانی مرکزی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ یہ وہ دور ہے جب انسان کی فکری اور اخلاقی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ قرآن نے اصحاب کہف کے نوجوانوں کا ذکر کیا ہے جو ایمان کی حفاظت کے لیے غار میں پناہ لیتے ہیں، جو نوجوانی کی طاقت اور ایمان کی مثال ہے۔ انسانی مراحل کے بیان میں اللہ نے فرمایا کہ وہ کمزوری سے طاقت اور پھر کمزوری کی طرف لوٹاتا ہے، جو زندگی کے چکر کو واضح کرتا ہے۔ یہ تصور انسان کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ امام القرطبی بیان کرتے ہیں کہ نوجوانی میں نادانوں کی سرپرستی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی املاک ضائع نہ کریں[1]۔ مزید برآں، انسانی ارتقاء کے مراحل اللہ کی نشانیاں ہیں جو انسان کو اپنی حقیقت سے آگاہ کرتی ہیں۔ نوجوانی کا دور انسانی زندگی کا افضل مرحلہ ہے جہاں قوت اور حواس کمال پر ہوتے ہیں، اور یہ اللہ کی نعمت ہے۔ الطبری کے مطابق انسانی پیدائش کے مراحل اللہ کی قدرت

[1] ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، جلد 1، دار التقوی، لندن، 2003، ص 738

کا اظہار ہیں جو نوجوانی کی طاقت تک پہنچتے ہیں[2]۔ یہ مراحل انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ وہ اپنی زندگی کا صحیح استعمال کرے۔ انسانی ارتقاء میں نوجوانی کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ وہ دور ہے جب انسان اللہ کی عبادت اور ذمہ داریوں کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ قرآن نے ان مراحل کو بیان کر کے انسان کو سبق دیا ہے کہ نوجوانی کو اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے۔ یہ تصور اسلامی معاشرے میں نوجوانوں کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

قرآن کریم میں نوجوانوں سے متعلق خطاب کے اسالیب متنوع اور ہدایت آمیز ہیں، جو براہ راست اور بالواسطہ طور پر نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہ خطاب نوجوانوں کی ذمہ داریوں، امتحانات اور رہنمائی پر مرکوز ہیں، جہاں انہیں ایمان، صبر اور اخلاق کی طرف بلایا جاتا ہے۔ مثلاً، اصحاب کہف کے نوجوانوں کو مخاطب کر کے اللہ نے ان کی ایمان کی حفاظت اور غار میں پناہ کی مثال دی ہے، جو نوجوانوں کے لیے فتنوں سے بچاؤ کی ترغیب ہے۔ یہ خطاب نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے رحمت اور ہدایت کی یاد دلاتا ہے۔ قرآنی اسالیب میں نوجوانوں کو فتی کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے، جو ان کی طاقت اور ذمہ داری کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ خطاب نوجوانوں کو اللہ کی عبادت، والدین کی اطاعت اور معاشرتی ذمہ داریوں کی طرف راغب کرتے ہیں۔ قرآن میں نوجوانوں سے خطاب کا انداز نرمی کی طرح ہے، جو ان کی کمزوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہدایت دیتا ہے۔ نوجوانوں کو مخاطب کر کے اللہ نے انہیں اپنے دین کی حفاظت اور نشر کی ذمہ داری سونپی ہے۔ یہ اسالیب نوجوانوں کی فکری تربیت پر زور دیتے ہیں، جہاں انہیں کفر اور شرک سے دور رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ قرآن کا خطاب نوجوانوں کو امت کا سرمایہ قرار دیتا ہے، جو ترقی اور اصلاح کے لیے کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ خطاب نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے آزمائشوں کا سامنا کرنے کی تیاری کراتا ہے، جیسے یوسف علیہ السلام کے واقعے میں فتی کی مثال ہے جو آزمائشوں سے گزر کر عروج پاتا ہے۔ قرآنی خطاب کا ایک اہم پہلو نوجوانوں کو اخلاقی اقدار کی طرف بلانا ہے، جہاں انہیں صبر، شکر اور عفو کی تلقین کی جاتی ہے۔ یہ اسالیب نوجوانوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنے اور گناہوں سے توبہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ قرآن کا خطاب نوجوانوں کو مخاطب کر کے انہیں معاشرتی اصلاح کی ذمہ داری دیتا ہے، جو ان کی مرکزی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ جیسا کہ جلال الدین المحلی اور جلال الدین السیوطی بیان کرتے ہیں کہ اصحاب کہف کے نوجوان اللہ کی طرف سے ہدایت پاتے ہیں جو ان کی حفاظت کرتی ہے[3]۔ مزید برآں، قرآنی خطاب نوجوانوں کو اللہ کی قدرت اور رحمت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ یہ اسالیب نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے بلائے جانے والے راستے پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ابن کثیر کے مطابق یوسف کے واقعے میں فتی کو مخاطب کر کے آزمائشوں سے گزرنے کی مثال دی گئی ہے[4]۔ یہ خطاب نوجوانوں کی زندگی کو اللہ کی ہدایت سے جوڑتے ہیں تاکہ وہ کامیاب ہوں۔ قرآنی اسالیب کا مقصد نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا ہے۔

فکری اور اخلاقی نشوونما میں نوجوانی کی مرکزی حیثیت قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے، جہاں یہ دور انسان کی تربیت اور ترقی کا کلیدی مرحلہ ہے۔ نوجوانی میں فکری نشوونما اللہ کی ہدایت سے جڑی ہوئی ہے، جو نوجوانوں کو علم اور حکمت کی طرف بلاتی ہے۔ اخلاقی نشوونما کے لیے نوجوانی کو اللہ کی طرف سے امتحان کا دور قرار دیا گیا ہے، جہاں خواہشات کا مقابلہ کر کے اخلاق مضبوط ہوتے ہیں۔ یہ مرکزی حیثیت نوجوانوں کو امت کی اصلاح کا ذریعہ بناتی ہے۔ قرآن نے نوجوانی کو فکری ارتقاء کا دور کہا ہے جہاں انسان اللہ کی نشانیوں پر غور کرتا ہے۔ اخلاقی نشوونما میں نوجوانی کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ وہ دور ہے جب انسان کی شخصیت تشکیل پاتی ہے۔ قرآن نے نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے دی گئی قوت کا استعمال اخلاقی اقدار کے لیے کرنے کی تلقین کی ہے۔ فکری نشوونما کے لیے نوجوانی میں قرآن کی تلاوت اور تفکر کی اہمیت ہے، جو نوجوانوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ مرکزی حیثیت نوجوانوں کو اللہ کی عبادت اور معاشرتی خدمات کی طرف راغب کرتی ہے۔ اخلاقی نشوونما میں نوجوانی کا کردار کلیدی ہے کیونکہ یہ وہ دور ہے جب انسان اللہ کی طرف سے دی گئی آزادی کا صحیح استعمال سیکھتا ہے۔ قرآن نے نوجوانی کو فکری اور اخلاقی تربیت کا سنہری موقع قرار دیا ہے۔ یہ نشوونما نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتی ہے۔ فکری نشوونما میں نوجوانی کی مرکزی حیثیت اس لیے ہے کہ یہ وہ دور ہے جب انسان کی سوچ بالغ ہوتی ہے۔ اخلاقی نشوونما کے لیے نوجوانی میں صبر اور عفو کی تربیت ضروری ہے۔ یہ مرکزی حیثیت نوجوانوں کو امت کا قیمتی سرمایہ بناتی ہے۔ جیسا کہ ابن حجر العسقلانی بیان کرتے ہیں کہ نوجوانی میں اللہ کی راہ میں جدوجہد اخلاقی طاقت بڑھاتی ہے[5]۔ مزید برآں، فکری نشوونما نوجوانی میں اللہ کی نشانیوں پر غور سے ہوتی

---

[2] محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، جلد 19، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2000، ص 196

[3] جلال الدین المحلی اور جلال الدین السیوطی، تفسیر الجلالین، رائل آلُ البیت انسٹی ٹیوٹ فار اسلامک تھاٹ، عمان، 2007ء، صفحہ 312۔

[4] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 5، دار السلام، ریاض، 2000، ص 245

[5] احمد بن علی ابن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 1، دار المعرفہ، بیروت، 1379/1959، ص 638

ہے۔ یہ مرکزی حیثیت نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت کا استعمال سکھاتی ہے۔ ابن کثیر کے مطابق نوجوانی میں اللہ کی طرف سے دی گئی قوت اخلاقی اور فکری ترقی کے لیے ہے[6]۔ یہ نشوونما نوجوانوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے تاکہ وہ کامیاب ہوں۔

فکری تربیت کے قرآنی اصول

فکری تربیت کے قرآنی اصول انسانی شخصیت کی تعمیر اور روحانی ارتقاء کے لیے انتہائی اہم ہیں، جہاں قرآن کریم عقل، تدبر اور تفکر کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔ قرآن نے انسان کو بار بار غور و فکر کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ وہ اللہ کی نشانیوں کو پہچانے اور حق کی طرف راغب ہو۔ عقل کو اللہ کی نعمت قرار دیا گیا ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، اور تدبر قرآن کی آیات میں گہرائی سے غور کرنے کا نام ہے جو ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے۔ تفکر کا مطلب آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کی گردش اور انسانی زندگی کے مراحل پر سوچنا ہے جو اللہ کی قدرت اور حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن میں تقریباً تین سو سے زائد آیات ایسی ہیں جو تفکر، تعقل اور تدبر کی دعوت دیتی ہیں، جو فکری تربیت کی بنیاد ہیں۔ یہ اصول انسان کو اندھے تقلید سے روکتے ہیں اور بصیرت کی طرف بلاتے ہیں۔ مثلاً، اللہ نے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ یہ ترغیب انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور فکری نشوونما کو فروغ دیتی ہے۔ عقل کی استعمال سے انسان حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے اور اللہ کی عبادت میں اخلاص پیدا کرتا ہے۔ تدبر قرآن کی آیات کو جوڑ کر سمجھنے کا عمل ہے جو فکری گہرائی پیدا کرتا ہے۔ تفکر سے انسان اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ اصول فکری تربیت کو اللہ کی ہدایت سے جوڑتے ہیں تاکہ انسان گمراہی سے بچے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ قرآن انسان کو تفکر کی طرف بلاتا ہے اور اس کے ذرائع بھی فراہم کرتا ہے[7]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق قرآن نے تفکر کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے[8]۔ یہ ترغیب فکری تربیت کو مستحکم کرتی ہے اور انسان کو اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

حق و باطل کی تمیز اور فکری استقامت قرآن کریم میں فکری تربیت کا اہم ستون ہیں، جہاں انسان کو حق کو باطل سے الگ کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن نے واضح کیا ہے کہ حق کو باطل سے نہ ملاو اور حق کو چھپانا نہ جائز ہے جبکہ تم جانتے ہو۔ یہ اصول فکری تربیت میں انسان کو حق کی پہچان اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری سکھاتا ہے۔ حق و باطل کی تمیز کے بغیر فکری تربیت نامکمل رہتی ہے، کیونکہ باطل کی ملاوٹ سے حق کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ فکری استقامت کا مطلب آزمائشوں میں حق پر ڈٹے رہنا ہے، جیسے ایمان پر ثابت قدمی جو فرشتوں کی بشارت کا سبب بنتی ہے۔ قرآن نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کو رب کہہ کر استقامت اختیار کرتے ہیں ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ یہ استقامت فکری طاقت سے آتی ہے جو حق کی تمیز سے جنم لیتی ہے۔ حق و باطل کی تمیز عقل اور بصیرت سے ہوتی ہے، جو قرآن کی آیات سے حاصل ہوتی ہے۔ فکری استقامت انسان کو فتنوں اور شکوک سے بچاتی ہے اور اللہ کی راہ میں ثابت قدم رکھتی ہے۔ قرآن نے بنی اسرائیل کی مثال دی ہے جو حق کو باطل سے ملا کر چھپاتے تھے، جس سے ان کی تباہی ہوئی۔ یہ اصول فکری تربیت کو اخلاقی بنیاد دیتے ہیں۔ استقامت پر اللہ کی مدد اور جنت کی خوشخبری ہے۔ حق کی تمیز فکری تربیت کا نتیجہ ہے جو انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ حق کو باطل سے ملاو نہ کرو اور حق کو چھپانا نہ جائز ہے[9]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق فکری استقامت ایمان کی حفاظت ہے[10]۔ یہ تمیز اور استقامت فکری تربیت کو مکمل کرتے ہیں اور انسان کو حق پر قائم رکھتے ہیں۔

علم، بصیرت اور شعوری ذمہ داری کا تصور قرآن کریم میں فکری تربیت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، جہاں علم کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ نور قرار دیا گیا ہے جو بصیرت پیدا کرتا ہے۔ بصیرت کا مطلب حقائق کو گہرائی سے دیکھنا ہے جو علم سے حاصل ہوتی ہے۔ شعوری ذمہ داری سے مراد علم اور بصیرت کے ساتھ اللہ کی عبادت اور معاشرتی اصلاح کی ذمہ داری ہے۔ قرآن نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ علم اللہ کی نشانیوں کو سمجھنے کا ذریعہ ہے جو بصیرت دیتا ہے۔ شعوری ذمہ داری انسان کو اللہ کی طرف سے دی گئی امانت کی حفاظت سکھاتی ہے۔ علم حاصل کرنے والے کو اللہ کی راہ میں چلنے کی ذمہ داری ہے۔ بصیرت سے انسان گمراہی سے بچتا ہے اور حق کی طرف راغب ہوتا ہے۔ شعوری ذمہ داری فکری تربیت کا نتیجہ ہے جو انسان کو اللہ کی عبادت اور لوگوں کی خدمت کی طرف لے جاتی ہے۔ قرآن نے علم کو ہدایت اور رحمت قرار دیا ہے۔ بصیرت والے لوگ اللہ کی آیات پر غور کرتے ہیں اور شعوری طور پر عمل کرتے ہیں۔ یہ تصور فکری تربیت کو عملی شکل دیتا ہے۔ علم اور

---

[6] اسماعیل ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 2، دار الحدیث، قاہرہ، 1997، ص 22

[7] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 11، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1383 ہجری شمسی، ص 336

[8] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد 1، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص 405

[9] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 1، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1374 ہجری شمسی، ص 177

[10] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 1، دار السلام، ریاض، 2000، ص 150

بصیرت سے انسان اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ سید محمد حسین طباطبائی بیان کرتے ہیں کہ علم والے اللہ سے ڈرتے ہیں جو بصیرت کی نشانی ہے[11]۔ مزید برآں، ناصر مکارم شیرازی کے مطابق شعوری ذمہ داری علم کی حفاظت ہے[12]۔ یہ اصول فکری تربیت کو مکمل کرتے ہیں اور انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

اخلاقی تربیت کے قرآنی بنیادی تصورات

اخلاقی تربیت کے قرآنی بنیادی تصورات انسانی شخصیت کی تکمیل اور معاشرتی اصلاح کے لیے انتہائی اہم ہیں، جہاں تقویٰ، صدق اور امانت داری کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ تقویٰ اللہ کا خوف اور اس کی اطاعت میں استقامت ہے جو انسان کو گناہوں سے روکتا ہے اور نیکیوں کی طرف راغب کرتا ہے۔ قرآن نے تقویٰ کو سب سے بہتر لباس قرار دیا ہے جو انسان کو دنیا و آخرت میں نجات دیتا ہے۔ صدق کا مطلب سچائی اور ایمانداری ہے جو زبان، عمل اور نیت میں ظاہر ہوتی ہے۔ قرآن نے صدق کو جنت کی طرف لے جانے والا راستہ بتایا ہے۔ امانت داری اللہ اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہے، جو ایمان کا حصہ ہے اور خیانت کو شدید گناہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ تینوں صفات اخلاقی تربیت کی بنیاد ہیں جو انسان کو اللہ کی طرف قریب کرتی ہیں۔ تقویٰ انسان کو خوف الٰہی سے بھر دیتا ہے جو اسے حرام سے روکتا ہے۔ صدق سے معاشرے میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور امانت داری سے حقوق العباد کی حفاظت ہوتی ہے۔ قرآن نے ان صفات کو متقیوں کی نشانی قرار دیا ہے۔ یہ تصورات اخلاقی تربیت کو اللہ کی ہدایت سے جوڑتے ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ تقویٰ تمام نیکیوں کی اصل ہے اور یہ اللہ کے دوستوں کی پہچان ہے[13]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق تقویٰ نفس کو گناہ سے بچانے کا نام ہے[14]۔ یہ صفات اخلاقی تربیت کو مستحکم کرتی ہیں اور انسان کو اللہ کی رضا کی طرف لے جاتی ہیں۔

حیا، عفت اور ضبط نفس قرآن کریم میں اخلاقی تربیت کے اہم ستون ہیں جو انسان کو پاکدامنی اور خودداری کی طرف بلاتے ہیں۔ حیا شرم اور نفس کی انقباض ہے جو زشتیوں سے روکتی ہے۔ قرآن نے حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیا ہے اور اسے معاشرتی حفاظت کا ذریعہ بتایا ہے۔ عفت نفس کی وہ حالت ہے جو شہوت پر قابو رکھتی ہے اور حرام سے بچاتی ہے۔ قرآن نے عفت کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ ضبط نفس خواہشات پر قابو پانا ہے جو انسان کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ صفات خاندان اور معاشرے کی پاکی کی ضمانت ہیں۔ حیا سے انسان زشتیوں سے شرماتا ہے اور عفت سے پاکدامن رہتا ہے۔ ضبط نفس آزمائشوں میں ثابت قدمی دیتا ہے۔ قرآن نے ان صفات کو متقیوں کی نشانی بتایا ہے۔ یہ تصورات اخلاقی تربیت کو عملی شکل دیتے ہیں جو انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ عفت نفس کی وہ حالت ہے جو شہوت پر قابو رکھتی ہے[15]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق حیا ایمان کا حصہ ہے جو برائیوں سے روکتی ہے[16]۔ یہ صفات اخلاقی تربیت کو مکمل کرتی ہیں اور معاشرے میں امن قائم کرتی ہیں۔

عدل، احسان اور سماجی ذمہ داری قرآن کریم میں اخلاقی تربیت کا اعلیٰ درجہ ہیں جو معاشرتی انصاف اور بھلائی کی بنیاد رکھتے ہیں۔ عدل انصاف ہے جو ہر ایک کو اس کا حق دینا ہے۔ قرآن نے عدل کو اللہ کا حکم قرار دیا ہے جو ظلم سے روکتا ہے۔ احسان عدل سے آگے بڑھ کر نیکی اور مہربانی ہے جو اللہ کی محبت کا سبب بنتا ہے۔ سماجی ذمہ داری معاشرے کے کمزوروں کی مدد اور حقوق کی حفاظت ہے۔ قرآن نے عدل اور احسان کو اللہ کی طرف سے حکم دیا ہے۔ عدل سے معاشرے میں توازن قائم ہوتا ہے اور احسان سے محبت اور اتحاد بڑھتا ہے۔ سماجی ذمہ داری انسان کو اللہ کی امانت کا خیال رکھنے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ صفات اخلاقی تربیت کو اجتماعی سطح پر لے جاتی ہیں۔ عدل ظلم کو ختم کرتا ہے اور احسان نیکی کو فروغ دیتا ہے۔ سماجی ذمہ داری سے غریبوں اور یتیموں کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔ قرآن نے ان صفات کو متقیوں کی نشانی بتایا ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ عدل اور احسان اللہ کا حکم ہے جو معاشرے کی فلاح کا سبب ہے[17]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق سماجی ذمہ داری حقوق العباد کی ادائیگی ہے[18]۔ یہ تصورات اخلاقی تربیت کو مکمل کرتے ہیں اور انسان کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

---

[11] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد19، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص250

[12] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد20، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1385 ہجری شمسی، ص300

[13] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد1، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1374 ہجری شمسی، ص120

[14] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد1، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص180

[15] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد15، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1380 ہجری شمسی، ص250

[16] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد3، دار السلام، ریاض، 2000، ص300

[17] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد10، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1378 ہجری شمسی، ص400

[18] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد4، دار السلام، ریاض، 2000، ص150

عصر حاضر میں نوجوانوں کو درپیش فکری چیلنجز

عصر حاضر میں نوجوانوں کو درپیش فکری چیلنجز انتہائی پیچیدہ اور متعدد ہیں، جہاں سیکولرزم، مادیت اور فکری انتشار مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیکولرزم دین کو ذاتی معاملہ قرار دے کر اللہ کی حاکمیت سے انکار کرتا ہے اور ریاست اور معاشرت کو مذہب سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے، جو اسلامی نقطہ نظر سے اللہ کی شریعت کی جگہ انسانی قوانین کو ترجیح دینے کے مترادف ہے۔ مادیت پرستی صرف ظاہری لذتوں اور مادی ترقی کو زندگی کا مقصد بنا دیتی ہے، جس سے آخرت اور روحانی اقدار کی نفی ہوتی ہے۔ فکری انتشار مختلف نظریات کی آمیزش سے پیدا ہوتا ہے جو نوجوانوں کے ذہنوں میں تضادات پیدا کرتا ہے اور ایمان کی بنیادوں کو کمزور کرتا ہے۔ یہ چیلنجز مغربی فکری یلغار سے آتے ہیں جو سوشل میڈیا اور گلوبلائزیشن کے ذریعے نوجوانوں تک پہنچتے ہیں۔ نوجوان اس دور میں سیکولرزم کو آزادی اور ترقی کا نام دے کر قبول کر لیتے ہیں، جبکہ مادیت انہیں صرف دنیاوی کامیابیوں کی طرف راغب کرتی ہے۔ فکری انتشار سے وہ مختلف فلسفوں میں الجھ جاتے ہیں اور حق و باطل کی تمیز کھو دیتے ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے چیلنجز کی نشاندہی کی ہے جہاں لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ چیلنجز نوجوانوں کے ایمان کو متزلزل کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں سے غافل کر دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ان چیلنجز کا مقابلہ تدبر اور تفکر سے کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ سیکولرزم الحاد کی نرم شکل ہے جو دین کو زندگی سے الگ کرتی ہے[19]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق مادیت پرستی انسان کو اللہ کی نشانیوں سے غافل کر دیتی ہے[20]۔ یہ چیلنجز نوجوانوں کو فکری استقامت کی ضرورت سے آگاہ کرتے ہیں۔

شکوک و شبہات، الحاد اور تشکیک عصر حاضر میں نوجوانوں کے لیے سب سے بڑا فکری چیلنج ہیں، جہاں سائنسی ترقی اور ڈیجیٹل مواد سے اللہ کی موجودگی پر سوال اٹھائے جاتے ہیں۔ شکوک و شبہات اکثر مغربی فلسفوں جیسے ارتقاء اور نفسیات سے جنم لیتے ہیں جو مذہب کو انسانی تخیل قرار دیتے ہیں۔ الحاد خدا کے انکار کا نام ہے جو مادیت اور سیکولرزم کی وجہ سے پھیل رہا ہے، اور نوجوان اسے آزادی کا اظہار سمجھتے ہیں۔ تشکیک ایمان کی بنیادوں پر سوال اٹھانے کا عمل ہے جو سوشل میڈیا پر الحادی مواد کی وجہ سے تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ یہ مسائل نوجوانوں کے ذہنوں میں ایمان کی جگہ شکوک پیدا کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت سے دور کر دیتے ہیں۔ قرآن نے شکوک کو شیطانی وسوسوں سے تعبیر کیا ہے اور تدبر کی دعوت دی ہے۔ الحاد کی وجہ سے نوجوان آخرت اور اخلاقی اقدار سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ تشکیک سے وہ دین کی حقیقت کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ چیلنجز اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے کی ضرورت کو اجاگر کرتے ہیں۔ نوجوانوں کو ان شکوک کا مقابلہ قرآن کی آیات اور عقلی دلائل سے کرنا چاہیے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ شکوک و شبہات الحاد کی طرف لے جاتے ہیں جو مادیت سے جنم لیتے ہیں[21]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق الحاد اللہ کی نشانیوں سے غفلت کا نتیجہ ہے[22]۔ یہ مسائل نوجوانوں کو فکری تربیت اور اللہ کی طرف رجوع کی ضرورت سے آگاہ کرتے ہیں۔

ڈیجیٹل معلومات کی یلغار اور فکری سطحیت عصر حاضر میں نوجوانوں کے لیے ایک بڑا فکری چیلنج ہے، جہاں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا سے معلومات کی بھرمار ہوتی ہے جو گہرائی کی بجائے سطحی سوچ کو فروغ دیتی ہے۔ ڈیجیٹل یلغار سے نوجوانوں کا دھیان تقسیم ہو جاتا ہے اور وہ گہرے مطالعہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فکری سطحیت سے وہ پیچیدہ مسائل کو سطحی طور پر دیکھتے ہیں اور دین کی گہرائیوں کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ چیلنجز نوجوانوں کے ذہنوں میں معلومات کی بھرمار پیدا کرتے ہیں جو شکوک اور انتشار کا سبب بنتے ہیں۔ قرآن نے تدبر اور تفکر کی تلقین کی ہے جو ڈیجیٹل دور میں گہرائی کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔ سطحی سوچ سے نوجوان اللہ کی آیات پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ڈیجیٹل مواد کی تیزی سے تبدیلی انہیں مستقل فکر سے دور کر دیتی ہے۔ اسلامی تعلیمات ان چیلنجز کا مقابلہ علم اور بصیرت سے کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ نوجوانوں کو معتبر ذرائع سے معلومات حاصل کرنے اور تفکر کی عادت ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ ڈیجیٹل یلغار فکری سطحیت

[19] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد1، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1374ہجری شمسی، ص177

[20] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد1، دار السلام، ریاض، 2000، ص150

[21] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد20، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1385ہجری شمسی، ص300

[22] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد19، جامعہ مدرسین، قم، 1417ہجری قمری، ص250

کا سبب بنتی ہے جو تدبر کی کمی سے ہے[23]۔ مزید بر آں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق معلومات کی بھرمار اللہ کی نشانیوں سے غفلت پیدا کرتی ہے[24]۔ یہ چیلنجز نوجوانوں کو ڈیجیٹل ذرائع کا مثبت استعمال اور فکری گہرائی کی طرف راغب کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں اخلاقی چیلنجز

عصر حاضر میں اخلاقی چیلنجز انتہائی سنگین اور متعدد ہیں، جہاں اخلاقی نسبیت (Moral Relativism) مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاقی نسبیت کا نظریہ یہ ہے کہ اچھائی اور برائی کا کوئی مطلق معیار نہیں بلکہ یہ ثقافت، معاشرہ، دور اور ذاتی رائے کے مطابق تبدیل ہوتا ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے نوجوان اللہ کی شریعت کو ایک ممکنہ رائے سمجھ کر مسترد کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنا اخلاقی نظام خود بنا سکتا ہے۔ یہ چیلنج مغربی فلسفوں سے آیا ہے جو فرد کی آزادی کو سب سے بالا قرار دیتے ہیں اور الٰہی احکام کو پرانا اور غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ اخلاقی نسبیت سے معاشرے میں حدود اور ضوابط ختم ہو جاتے ہیں، جس سے فحاشی، جھوٹ اور ظلم کو جواز مل جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اخلاقی نسبیت کی نفی کی ہے جہاں اللہ نے واضح احکامات دیے ہیں کہ حق اور باطل میں تمیز ضروری ہے۔ یہ نظریہ نوجوانوں کے ذہنوں میں الجھن پیدا کرتا ہے اور انہیں اللہ کی طرف سے دی گئی اخلاقی اقدار سے دور کر دیتا ہے۔ اخلاقی نسبیت کی وجہ سے معاشرے میں انصاف، امانت اور صدق جیسے اصول کمزور ہو جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات اس چیلنج کا مقابلہ تقویٰ اور اللہ کے خوف سے کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ اخلاقی نسبیت الحاد اور مادیت پرستی کی ایک شکل ہے جو اللہ کے احکام کو رد کرتی ہے[25]۔ مزید بر آں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق اللہ نے اخلاقی معیار کو واضح کیا ہے جو تبدیل نہیں ہوتا[26]۔ یہ چیلنج نوجوانوں کو اخلاقی استقامت اور اللہ کی شریعت پر عمل کی ضرورت سے آگاہ کرتا ہے۔

فحاشی، منشیات اور غیر ذمہ دار آزادی عصر حاضر میں اخلاقی چیلنجز کے اہم ترین عناصر ہیں جو نوجوانوں کی شخصیت اور معاشرے کی بنیادوں کو تباہ کر رہے ہیں۔ فحاشی کی شکل میں پورنوگرافی، غیر اخلاقی مواد اور آزادانہ جنسی تعلقات عام ہو گئے ہیں جو سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعے آسانی سے دستیاب ہیں۔ منشیات کا استعمال، خاص طور پر نوجوانوں میں، ایک سنگین بحران ہے جو صحت، ذہنی توازن اور اخلاقی اقدار کو برباد کر دیتا ہے۔ غیر ذمہ دار آزادی کا مطلب ہے کہ فرد کو ہر طرح کی آزادی دی جائے بغیر کسی ذمہ داری یا حدود کے، جو اسلام میں ناجائز ہے۔ قرآن کریم نے فحاشی کو شدید گناہ قرار دیا ہے اور زنا سے منع کیا ہے۔ منشیات کو نشہ آور چیزوں میں شمار کیا گیا ہے جو عقل کو ختم کرتی ہیں۔ غیر ذمہ دار آزادی سے معاشرے میں انتشار، جرائم اور خاندانی ٹوٹ پھوٹ بڑھتی ہے۔ یہ چیلنجز نوجوانوں کو ضبط نفس، حیا اور عفت سے دور کر دیتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ سب شیطانی وسوسوں کی وجہ سے ہیں جو انسان کو گمراہ کرتے ہیں۔ نوجوانوں کو ان چیلنجز کا مقابلہ قرآن کی تلاوت، نماز اور نیک صحبت سے کرنا چاہیے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ فحاشی اور منشیات نفس کی تباہی کا سبب ہیں جو معاشرے کو برباد کرتے ہیں[27]۔ مزید بر آں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق غیر ذمہ دار آزادی اللہ کی حدود سے تجاوز ہے[28]۔ یہ مسائل نوجوانوں کو اخلاقی تربیت اور اللہ کی طرف رجوع کی ضرورت سے آگاہ کرتے ہیں۔

خاندانی نظام کی کمزوری اور اقداری بحران عصر حاضر کا ایک بڑا اخلاقی چیلنج ہے جو معاشرے کی بنیادی اکائی کو کمزور کر رہا ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری کی وجوہات میں طلاق کی بڑھتی شرح، والدین کی عدم موجودگی، بچوں کی اکیلے پن اور خاندانی اقدار کا زوال شامل ہیں۔ اقداری بحران سے مراد ہے کہ معاشرے میں احترام، محبت، اطاعت اور ذمہ داری جیسے اقدار کمزور ہو گئے ہیں۔ نوجوان خاندان سے الگ تھلگ ہو کر سوشل میڈیا اور دوستوں کی صحبت میں زیادہ وقت گزارتے ہیں، جس سے والدین کی تربیت اور رہنمائی ختم ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے خاندان کو اللہ کی نشانی قرار دیا ہے اور والدین کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔ اقداری بحران سے معاشرے میں بے راہ روی، جرائم اور نفسیاتی مسائل بڑھتے ہیں۔ خاندانی نظام کی کمزوری نوجوانوں میں عدم تحفظ اور بے چینی پیدا کرتی ہے۔ اسلامی تعلیمات خاندان کو معاشرے کی بنیاد قرار دیتی ہیں اور اس کی حفاظت کی تلقین کرتی ہیں۔ یہ چیلنج نوجوانوں کو خاندانی ذمہ داریوں اور اقدار کی اہمیت سے آگاہ کرتا ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ خاندانی نظام

---

23 ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 11، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1383 ہجری شمسی، ص 336

24 اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 5، دار السلام، ریاض، 2000، ص 245

25 ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 1، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1374 ہجری شمسی، ص 177

26 اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 1، دار السلام، ریاض، 2000، ص 150

27 ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 15، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1380 ہجری شمسی، ص 250

28 سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد 5، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص 320

کی کمزوری معاشرتی انحطاط کا سبب ہے جو اقدار کے بحران سے جنم لیتا ہے[29]۔ مزید بر آں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق خاندان اللہ کی رحمت ہے اور اس کی کمزوری تباہی کا باعث ہے[30]۔ یہ چیلنج نوجوانوں کو خاندانی نظام کی مضبوطی اور اقدار کی بحالی کی طرف راغب کرتا ہے۔

میڈیا، سوشل میڈیا اور نوجوانوں کی تربیت

ڈیجیٹل کلچر اور اخلاقی تشکیل عصرِ حاضر میں نوجوانوں کی شخصیت سازی کا ایک انتہائی اہم اور پیچیدہ عنصر بن چکا ہے۔ ڈیجیٹل کلچر سے مراد وہ طرزِ زندگی، اقدار، رویے اور سماجی تعلقات ہیں جو انٹرنیٹ، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، موبائل ایپلی کیشنز، گیمنگ اور آن لائن کمیونٹیز کے ذریعے تشکیل پاتے ہیں۔ یہ کلچر نوجوانوں کے لیے ایک نیا ماحول پیدا کر رہا ہے جہاں وہ اپنی شناخت، اقدار اور اخلاقیات کی تشکیل کا بڑا حصہ اسی ماحول سے حاصل کرتے ہیں۔ ڈیجیٹل کلچر میں فوری اطمینان، خود نمائشی، لائیکس اور فالوورز کی دوڑ، اور مسلسل موازنہ کی فضا غالب ہے جو خود اعتمادی، صبر اور شکر جیسے اخلاقی اقدار کو کمزور کر سکتی ہے۔ دوسری طرف یہ کلچر علم کی رسائی، تخلیقی صلاحیتوں کو بڑھانے اور مثبت تبدیلی کے لیے پلیٹ فارم بھی فراہم کرتا ہے۔ تاہم اس کی سب سے بڑی چیلنج یہ ہے کہ یہ کلچر عموماً سیکولر اور مادیت پسندانہ اقدار کو فروغ دیتا ہے اور اسلامی اخلاقیات کے ساتھ تضاد پیدا کرتا ہے۔ نوجوان اس ماحول میں بڑے ہوتے ہیں جہاں حدودِ حیا، عفت، صدق اور امانت داری جیسے قرآنی اصول پس پشت ہوتے جاتے ہیں۔ اخلاقی تشکیل کے لیے ڈیجیٹل کلچر کو قرآنی اصولوں کی روشنی میں سمجھنا اور اس کا تنقیدی جائزہ لینا ناگزیر ہے۔ یہ کلچر نوجوانوں کی فکری اور جذباتی نشو و نما پر گہرا اثر انداز ہوتا ہے اور ان کی اخلاقی تربیت کو یا تو تقویت دیتا ہے یا شدید خطرات سے دوچار کرتا ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ جدید میڈیا اور ڈیجیٹل ماحول میں اخلاقی اقدار کی حفاظت کے لیے والدین اور معلموں کی نگرانی اور رہنمائی ضروری ہے[31]۔ مزید بر آں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق ڈیجیٹل کلچر میں اخلاقی تشکیل کے لیے تدبر اور تقویٰ کی ضرورت ہے جو نوجوان کو فتنوں سے بچاتی ہے[32]۔ اس طرح ڈیجیٹل کلچر کو اخلاقی تربیت کا حصہ بنانے کے لیے قرآنی اصولوں کی روشنی میں اس کا متوازن استعمال ضروری ہے۔

سوشل میڈیا کے مثبت و منفی اثرات نوجوانوں کی تربیت کے تناظر میں انتہائی واضح اور دو طرفہ ہیں۔ مثبت اثرات میں علم کی وسیع رسائی، دینی مواد تک آسان پہنچ، مثبت سوچ والے گروپس کی تشکیل، سماجی بیداری، خیر کے کاموں کی ترویج اور تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار شامل ہیں۔ بہت سے نوجوان سوشل میڈیا کے ذریعے قرآن کی تفسیر، احادیث، اسلامی تاریخ اور اخلاقی موضوعات سیکھ رہے ہیں اور دوسروں تک پہنچا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ پلیٹ فارم نوجوانوں کو عالمی سطح پر اسلامی نقطہ نظر پیش کرنے کا موقع بھی دیتا ہے۔ تاہم منفی اثرات کہیں زیادہ شدید اور گہرے ہیں۔ وقت کی بربادی، مسلسل موازنہ اور حسد، فحش مواد کی بھرمار، جھوٹی شہرت کی دوڑ، سائبر بُلنگ، نفسیاتی تناؤ، نیند کی کمی، توجہ کی تقسیم، اور اخلاقی اقدار میں بے راہ روی اس کے اہم منفی نتائج ہیں۔ سوشل میڈیا پر اکثر مواد سطحی، سنسنی خیز اور جذبات کو ابھارنے والا ہوتا ہے جو گہری سوچ اور تدبر کی بجائے فوری ردعمل کو فروغ دیتا ہے۔ یہ پلیٹ فارم نوجوانوں میں خود پسندی، خود نمائشی اور ظاہری خوبصورتی کی دوڑ کو بڑھاوا دیتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ قرآن کریم نے وقت کی قدر اور بے کار مشاغل سے منع کیا ہے، جبکہ سوشل میڈیا اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا کے منفی اثرات میں سب سے خطرناک اخلاقی انحطاط اور ضبط نفس کی کمی ہے[33]۔ مزید بر آں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق وقت کی بربادی اور بے فائدہ مشاغل اللہ کی نعمتوں کا کفران ہیں[34]۔ اس لیے سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے ساتھ ساتھ اس کے نقصانات سے بچاؤ کے لیے والدین، اساتذہ اور نوجوانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔

قرآنی اصولوں کی روشنی میں میڈیا کا تنقیدی استعمال نوجوانوں کی تربیت کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ قرآن کریم تدبر، تفکر، تعقل اور حق و باطل کی تمیز کو بار بار تاکید کرتا ہے۔ اسی طرح میڈیا اور سوشل میڈیا کے مواد کو بھی انہی معیارات پر پرکھنا چاہیے۔ تنقیدی استعمال کا مطلب ہے کہ ہر پوسٹ، ویڈیو، میم، یا مواد کو قبول کرنے سے پہلے اس کی صداقت، اخلاقی حیثیت، اور دینی مطابقت کا جائزہ لیا جائے۔ قرآن نے فرمایا کہ خبر کی تصدیق کرو، اور جھوٹے اور بے بنیاد باتوں سے منع کیا ہے۔

---

[29] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 10، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1378 ہجری شمسی، ص 400

[30] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 4، دار السلام، ریاض، 2000، ص 150

[31] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 15، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1380 ہجری شمسی، ص 312

[32] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد 8، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص 420

[33] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 20، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1385 ہجری شمسی، ص 380

[34] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 6، دار السلام، ریاض، 2000، ص 210

سوشل میڈیا پر افواہوں، جھوٹی خبروں اور بے بنیاد دعوؤں کی بھرمار کے تناظر میں یہ اصول انتہائی اہم ہے۔ مزید یہ کہ میڈیا کا استعمال ایسا ہو جو وقت کی حفاظت کرے، ضبط نفس کو مضبوط کرے، حیا اور عفت کی حفاظت کرے، اور اللہ کی رضا کا باعث بنے۔ قرآنی اصول یہ بھی سکھاتے ہیں کہ جو چیز نفع نہ دے یا گناہ کا باعث بنے اس سے اجتناب کیا جائے۔ تنقیدی استعمال میں والدین اور اساتذہ کو نوجوانوں کو میڈیا لٹریسی سکھانی چاہیے، یعنی مواد کی جانچ پڑتال، وقت کا انتظام، اور مثبت مواد کی تلاش کی تربیت دی جائے۔ اس کے علاوہ میڈیا کو داعی الی اللہ بنانے کے لیے اسے قرآنی اخلاقیات کے مطابق استعمال کرنا بھی ضروری ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ میڈیا کا تنقیدی استعمال تدبر اور تعقل کی مشق ہے جو قرآن کا بنیادی تقاضا ہے[35]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق خبر کی تصدیق اور جھوٹ سے اجتناب ایمان کا تقاضا ہے جو میڈیا کے استعمال میں بھی لاگو ہوتا ہے[36]۔ اس طرح قرآنی اصولوں کی روشنی میں میڈیا کا تنقیدی استعمال نوجوانوں کو فکری اور اخلاقی طور پر مضبوط بناتا ہے اور انہیں جدید دور کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

قرآنی اسوہات اور نوجوانوں کے تربیتی نمونے

قرآنی اسوہات اور نوجوانوں کے تربیتی نمونے انسانی تاریخ میں اللہ کی طرف سے پیش کیے گئے بہترین رہنما ہیں جو نوجوانوں کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ یہ اسوہات قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں تاکہ نوجوان اپنی زندگی کے مشکل مراحل میں استقامت، صبر اور اللہ پر توکل کو اپنائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی ایک مکمل نمونہ ہے جو اخلاقی استقامت اور کردار سازی کی مثال پیش کرتی ہے۔ اصحاب کہف کے نوجوانوں نے فکری آزادی اور ایمانی جرات کا مظاہرہ کیا جبکہ حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی نوجوانی کے واقعات اطاعت، قربانی اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کی تربیت دیتے ہیں۔ یہ تمام نمونے نوجوانوں کو بتاتے ہیں کہ نوجوانی میں آزمائشیں آتی ہیں مگر اللہ کی مدد سے انہیں عبور کیا جاسکتا ہے۔ قرآن نے ان واقعات کو احسن القصص قرار دیا ہے جو ہدایت اور عبرت کا ذریعہ ہیں۔ یہ اسوہات نوجوانوں کو اللہ کی طرف رجوع، ضبط نفس اور معاشرتی ذمہ داری سکھاتے ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ یہ قرآنی قصے نوجوانوں کی تربیت کے لیے بہترین نمونے ہیں جو استقامت اور ایمان کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں[37]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق یہ اسوہات انسانی فطرت کی کمزوریوں اور اللہ کی رحمت کو بیان کرتے ہیں[38]۔ یہ نمونے نوجوانوں کو عصر حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی طاقت دیتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام: اخلاقی استقامت اور کردار سازی نوجوانوں کے لیے ایک عظیم نمونہ ہیں۔ قرآن میں سورۃ یوسف مکمل طور پر ان کی زندگی کا احاطہ کرتی ہے جو بچپن سے نوجوانی تک کی آزمائشوں کو بیان کرتی ہے۔ بھائیوں کی حسد کی وجہ سے کنویں میں ڈالے جانے، غلام بنائے جانے اور پھر عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے شدید آزمائش کا سامنا کرنے کے باوجود حضرت یوسف نے اخلاقی استقامت کا مظاہرہ کیا۔ وہ قید میں بھی اللہ کی یاد اور نیکی میں مصروف رہے اور خوابوں کی تعبیر سے لوگوں کی مدد کرتے رہے۔ یہ واقعہ نوجوانوں کو سکھاتا ہے کہ نوجوانی میں خواہشات اور فتنوں کا سامنا ہوتا ہے مگر اللہ کا خوف اور تقویٰ انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت یوسف نے کہا کہ میں نے اپنے رب کی نشانی دیکھی جو مجھے گناہ سے روکتی ہے۔ یہ کردار سازی کی بہترین مثال ہے جو صبر، عفو اور اللہ پر بھروسہ سکھاتی ہے۔ آخر میں ان کی عزت اور حکومت ان کی استقامت کا نتیجہ تھی۔ یہ نمونہ نوجوانوں کو بتاتا ہے کہ مشکل حالات میں بھی نیکی پر قائم رہنا چاہیے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف کی استقامت اخلاقی تربیت کا اعلیٰ نمونہ ہے جو نوجوانوں کو فتنوں سے بچاتی ہے[39]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق یہ قصہ اللہ کی حکمت اور بندوں کی آزمائش کو واضح کرتا ہے[40]۔ یہ اسوہ نوجوانوں کی کردار سازی کے لیے مشعل راہ ہے۔

اصحاب کہف: فکری آزادی اور ایمانی جرات نوجوانوں کے لیے ایک روشن مثال ہیں۔ یہ نوجوان زمانے کے ظالم بادشاہ کے شرک اور ظلم سے بچنے کے لیے غار میں پناہ لے گئے اور اللہ سے دعا کی کہ ہمیں ہدایت دے۔ قرآن نے انہیں فتیۃ کہہ کر مخاطب کیا جو ان کی نوجوانی اور طاقت کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا اور اللہ نے انہیں سینکڑوں سال سلا کر محفوظ رکھا۔ یہ واقعہ فکری آزادی کی اہمیت سکھاتا ہے کہ جب معاشرہ کفر اور ظلم میں ڈوب جائے تو

---

[35] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد11، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1383 ہجری شمسی، ص340

[36] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد3، دار السلام، ریاض، 2000، ص285

[37] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد10، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1378 ہجری شمسی، ص450

[38] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد11، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص300

[39] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد9، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1376 ہجری شمسی، ص200

[40] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد4، دار السلام، ریاض، 2000، ص100

نوجوانوں کو ایمانی جرات سے حق پر قائم رہنا چاہیے۔ وہ غار میں اللہ کی طرف رجوع کرتے رہے اور اللہ نے ان کی حفاظت کی۔ یہ نمونہ نوجوانوں کو بتاتا ہے کہ آزمائشوں میں اللہ پر توکل اور صبر ضروری ہے۔ اصحاب کہف نے اپنے ایمان کو دنیاوی لذتوں پر ترجیح دی۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ اصحاب کہف کی جرات نوجوانوں کے لیے ایمانی تربیت کا بہترین نمونہ ہے[41]۔ مزید بر آں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق یہ واقعہ اللہ کی قدرت اور مومن نوجوانوں کی حفاظت کو ظاہر کرتا ہے[42]۔ یہ اسوہ نوجوانوں کو فکری اور ایمانی آزادی کی ترغیب دیتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نوجوانی میں اطاعت اور قربانی کی مثال ہے جب انہوں نے اللہ کے حکم پر ذبح ہونے کو قبول کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نوجوانی میں ظلم کے خلاف جدوجہد کی اور اللہ کی طرف سے نبوت پائی۔ یہ تمام پہلو نوجوانوں کی تربیت کے لیے قرآنی نمونے ہیں جو استقامت اور اللہ کی اطاعت سکھاتے ہیں۔

ادارہ جاتی کردار اور عملی تطبیق

خاندان کا کردار: قرآنی تربیت کی بنیاد عصر حاضر میں نوجوانوں کی فکری اور اخلاقی تربیت کا سب سے اہم اور بنیادی ادارہ ہے۔ قرآن کریم خاندان کو اللہ کی نشانی قرار دیتا ہے اور والدین کو اولاد کی تربیت کی ذمہ داری سونپتا ہے۔ خاندان وہ پہلا ماحول ہے جہاں بچہ تقویٰ، صدق، امانت، حیا اور اطاعت سیکھتا ہے۔ والدین کی نگرانی، دعا اور عملی نمونہ پیش کرنے سے نوجوان کی شخصیت تشکیل پاتی ہے۔ قرآن نے والدین کی اطاعت کو اللہ کی عبادت کے ساتھ جوڑا ہے اور انہیں نیک اولاد کی دعا کرنے کی تلقین کی ہے۔ خاندان میں قرآن کی تلاوت، نماز کی پابندی اور اخلاقی اقدار کی تعلیم سے نوجوان اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آج کے دور میں خاندانی نظام کی کمزوری کے باوجود والدین کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا اور بیرونی اثرات کے مقابلے میں اسلامی اقدار کو مضبوط کریں۔ خاندان نوجوان کو فکری انتشار اور اخلاقی نسبیت سے بچانے کا پہلا قلعہ ہے۔ یہ ادارہ عملی طور پر قرآنی تربیت کو نافذ کرتا ہے جہاں بچپن سے نوجوانی تک اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا کی جاتی ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ خاندان قرآنی تربیت کی بنیاد ہے اور والدین کی ذمہ داری اولاد کو اللہ کی راہ پر چلانا ہے[43]۔ مزید بر آں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق خاندان اللہ کی رحمت اور تربیت کا مرکز ہے جو تقویٰ کی بنیاد رکھتا ہے[44]۔ خاندان کی مضبوطی سے معاشرے میں اخلاقی انقلاب ممکن ہے اور یہ ادارہ نوجوانوں کی تربیت میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔

تعلیمی ادارے اور نصاب میں قرآنی فکر نوجوانوں کی فکری اور اخلاقی تربیت کا دوسرا اہم ستون ہیں۔ سکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں نصاب کو قرآنی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دینا ضروری ہے تاکہ طلبہ صرف دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ اللہ کی نشانیوں پر تفکر، حق و باطل کی تمیز اور اخلاقی اقدار سیکھ سکیں۔ تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ نصاب میں قرآن کی تفسیر، سیرت نبوی، اسلامی تاریخ اور اخلاقیات کو لازمی مضامین میں شامل کریں۔ اساتذہ کو قرآنی فکر کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہیے اور طلبہ کو تدبر، تعقل اور فکری استقامت کی تربیت دی جائے۔ آج کے دور میں سیکولر نصاب کی وجہ سے نوجوان مادیت اور شکوک میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس لیے تعلیمی اداروں کو قرآنی فکر کو نصاب کا حصہ بنا کر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ عملی تطبیق کے لیے مدرسوں اور اسلامی یونیورسٹیوں کی طرز پر نصاب میں قرآنی آیات کی تشریح، احادیث کی تعلیم اور اخلاقی ورکشاپس کا اہتمام کیا جائے۔ تعلیمی ادارے نوجوانوں کو فکری آزادی اور ایمانی جرات دینے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ یہ ادارے عملی طور پر قرآنی تربیت کو نافذ کرتے ہیں جہاں طلبہ علم اور بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ تعلیمی نصاب میں قرآنی فکر کو شامل کرنا نوجوانوں کی فکری تربیت کے لیے ناگزیر ہے[45]۔ مزید بر آں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق تعلیم اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے کا ذریعہ ہے جو فکری تربیت کو مکمل کرتی ہے[46]۔ تعلیمی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کو اللہ کی طرف متوجہ کریں اور ان کی تربیت کو قرآنی اصولوں سے جوڑیں۔

مساجد، میڈیا اور سماجی اداروں کی ذمہ داریاں نوجوانوں کی تربیت میں انتہائی اہم اور عملی ہیں۔ مساجد اللہ کے گھر ہیں جہاں خطبات، دروس قرآن، مجلس تفسیر اور اخلاقی تربیت کے پروگراموں کے ذریعے نوجوانوں کو قرآنی فکر دی جاتی ہے۔ اماموں اور خطباء کو چاہیے کہ وہ خطبات میں عصر حاضر کے چیلنجز جیسے سیکولرزم، الحاد اور فحاشی کا

---

[41] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 12، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1381 ہجری شمسی، ص150

[42] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 5، دار السلام، ریاض، 2000، ص180

[43] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 1، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1374 ہجری شمسی، ص220

[44] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد 2، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص350

[45] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 11، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1383 ہجری شمسی، ص400

[46] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 5، دار السلام، ریاض، 2000، ص300

مقابلہ قرآنی دلائل سے کریں۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کو داعی الی اللہ بنانا ضروری ہے جہاں مثبت مواد، دینی ویڈیوز، اخلاقی کہانیاں اور قرآنی آیات کی تشریح شیئر کی جائے۔ میڈیا کے ذریعے نوجوانوں تک قرآنی اسوہات اور اخلاقی اقدار پہنچائی جاسکتی ہیں۔ سماجی ادارے جیسے این جی اوز، نوجوانوں کی تنظیموں اور کمیونٹی سنٹرز کو اخلاقی ورکشاپس، کونسلنگ اور مثبت سرگرمیاں منعقد کرنی چاہییں تاکہ نوجوان فکری اور اخلاقی بحران سے بچیں۔ یہ ادارے عملی تطبیق کے لیے مل کر کام کریں تو معاشرے میں قرآنی تربیت کا نظام قائم ہو سکتا ہے۔ مساجد نوجوانوں کو نماز اور تقویٰ کی عادت ڈالتی ہیں، میڈیا ان تک ہدایت پہنچاتا ہے اور سماجی ادارے ان کی عملی مدد کرتے ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ مساجد اور میڈیا نوجوانوں کی تربیت کے لیے کلیدی ادارے ہیں جو قرآنی فکر کو پھیلانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں[47]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق سماجی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے کو اللہ کی طرف راغب کریں[48]۔ یہ ادارے مل کر نوجوانوں کو قرآنی تربیت کی طرف لے جاتے ہیں اور معاشرتی اصلاح کا سبب بنتے ہیں۔

قرآنی تربیتی ماڈل: عصری تناظر میں ایک تجویز

فکری و اخلاقی تربیت کا جامع قرآنی فریم ورک انسانی شخصیت کی مکمل تعمیر کے لیے اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک کامل نظام ہے جو عقل، دل اور عمل کو متوازن طور پر سنوارتا ہے۔ یہ فریم ورک قرآن کریم کی آیات پر مبنی ہے جہاں تدبر، تفکر اور تعقل کو بار بار ترغیب دی گئی ہے تاکہ نوجوان اللہ کی نشانیوں پر غور کریں اور حق و باطل میں تمیز کریں۔ فکری تربیت میں عقل کی نشوونما، شکوک کا ازالہ اور بصیرت کی حاصل کرنے پر زور ہے، جبکہ اخلاقی تربیت تقویٰ، صدق، امانت، حیا، عفت، عدل اور احسان جیسے اقدار کو مرکزی حیثیت دیتی ہے۔ یہ فریم ورک نوجوانوں کو اصحاب کہف کی طرح فکری آزادی اور ایمانی جرات، حضرت یوسف کی طرح اخلاقی استقامت اور حضرت اسماعیل کی طرح قربانی اور اطاعت سکھاتا ہے۔ جامع فریم ورک میں روحانی تزکیہ، علمی حصول اور عملی عمل شامل ہیں جو اللہ کی طرف سے دی گئی امانت کو نبھانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہ ماڈل عصری چیلنجز جیسے سیکولرزم، مادیت اور ڈیجیٹل یلغار کا مقابلہ کرتے ہوئے نوجوانوں کو اللہ کی ہدایت سے جوڑتا ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ قرآنی فریم ورک فکری اور اخلاقی تربیت کا مکمل نظام ہے جو ہدایت اور تزکیہ کو یکجا کرتا ہے[49]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق یہ فریم ورک انسان کی فطرت کے مطابق ہے جو تقویٰ اور بصیرت کی بنیاد رکھتا ہے[50]۔ یہ جامع ماڈل نوجوانوں کو عصر حاضر میں مضبوط اور متوازن شخصیت بنانے کی صلاحیت دیتا ہے۔

عصری تقاضوں کے مطابق عملی حکمت عملی نوجوانوں کی قرآنی تربیت کو نافذ کرنے کے لیے ایک متوازن اور عملی منصوبہ ہے جو خاندان، تعلیمی اداروں، مساجد اور میڈیا کو شامل کرتا ہے۔ عملی طور پر خاندان میں والدین کو پہلے رول ماڈل بننا چاہیے جہاں روزانہ قرآن کی تلاوت، نماز کی پابندی اور اخلاقی گفتگو ہو۔ تعلیمی نصاب میں قرآنی فکر کو لازمی مضامین میں شامل کیا جائے جیسے تدبر کی کلاسز، اصحاب کہف اور حضرت یوسف کے واقعات پر مبنی ورکشاپس اور عصر حاضر کے چیلنجز پر قرآنی دلائل کی بحث۔ مساجد میں نوجوانوں کے لیے خصوصی دروس، سیشنز اور کونسلنگ کا اہتمام کیا جائے جہاں امام حضرات عصر کے مسائل جیسے سوشل میڈیا کے اثرات اور شکوک کا قرآنی جواب دیں۔ میڈیا اور سوشل میڈیا کو مثبت طور پر استعمال کرتے ہوئے دینی ویڈیوز، پوسٹس اور لائیو سیشنز کے ذریعے نوجوانوں تک پہنچا جائے۔ عملی حکمت عملی میں ڈیجیٹل لٹریسی کی تربیت، وقت کا انتظام اور مثبت مواد کی تلاش شامل ہو۔ یہ حکمت عملی نوجوانوں کو فکری استقامت اور اخلاقی مضبوطی دیتی ہے۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ عصری تقاضوں کے مطابق قرآنی تربیت کے لیے اداروں کی مشترکہ کاوش ضروری ہے[51]۔ مزید برآں، اسماعیل ابن کثیر کے مطابق عملی تطبیق میں تدبر اور عمل کی مشق کلیدی ہے[52]۔ یہ حکمت عملی نوجوانوں کو جدید دور میں کامیاب اور متقی بنانے کی ضمانت دیتی ہے۔

نفاذ میں درپیش مشکلات اور ان کا حل نوجوانوں کی قرآنی تربیت کے عملی اطلاق میں کئی رکاوٹیں ہیں مگر ان کا حل قرآنی اصولوں اور حکمت عملی سے ممکن ہے۔ سب سے بڑی مشکل خاندانی نظام کی کمزوری ہے جہاں والدین وقت کی کمی اور مادیت کی وجہ سے تربیت میں غفلت کرتے ہیں۔ اس کا حل والدین کے لیے تربیتی ورکشاپس اور

---

[47] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 20، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1385 ہجری شمسی، ص 450

[48] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد 19، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص 380

[49] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 1، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1374 ہجری شمسی، ص 120

[50] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد 1، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص 180

[51] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد 11، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1383 ہجری شمسی، ص 336

[52] اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 5، دار السلام، ریاض، 2000، ص 245

کونسلنگ ہے جو انہیں قرآنی ذمہ داریوں سے آگاہ کرے۔ تعلیمی اداروں میں سیکولر نصاب اور مادیت پسندانہ ماحول ایک رکاوٹ ہے، اسے حل کرنے کے لیے نصاب میں قرآنی فکر کو انٹیگریٹ کرنا اور اساتذہ کی تربیت ضروری ہے۔ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل یلغار سے فکری سطحیت اور اخلاقی انحطاط کا سامنا ہے، اس کا حل ڈیجیٹل لٹریسی کی تعلیم، مثبت مواد کی ترویج اور وقت کی حد بندی ہے۔ معاشرتی اداروں میں وسائل کی کمی اور عدم دلچسپی بھی رکاوٹ ہے، اسے حل کرنے کے لیے مشترکہ فنڈنگ اور کمیونٹی کی شرکت ضروری ہے۔ یہ مشکلات نوجوانوں کو اللہ کی طرف سے آزمائش قرار دی گئی ہیں جو صبر اور تدبر سے عبور کی جاسکتی ہیں۔ ناصر مکارم شیرازی بیان کرتے ہیں کہ عصر حاضر کی رکاوٹوں کا حل قرآنی تدبر اور مشترکہ کاوشوں سے ممکن ہے[53]۔ مزید برآں، سید محمد حسین طباطبائی کے مطابق مشکلات اللہ کی آزمائش ہیں جو استقامت سے حل ہوتی ہیں[54]۔ ان حلول سے قرآنی تربیتی ماڈل کو عملی طور پر نافذ کیا جاسکتا ہے اور نوجوانوں کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔

نتائج اور سفارشات(Conclusion & Recommendations)

تحقیقی نتائج کا خلاصہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کریم نوجوانوں کی فکری اور اخلاقی تربیت کے لیے ایک مکمل، جامع اور ابدی رہنما ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے اور عصر حاضر کے تمام چیلنجز کا جواب رکھتا ہے۔ قرآن نے نوجوانی کو طاقت، نشاط اور ذمہ داری کا دور قرار دیا ہے جہاں انسان کی عقل، دل اور عمل کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ شباب اور فتیٰ جیسے الفاظ نوجوانوں کی جسمانی اور روحانی قوت کو بیان کرتے ہیں جبکہ اصحاب کہف، حضرت یوسف اور دیگر انبیاء کی مثالیں استقامت، صبر اور ایمانی جرات کی تربیت دیتی ہیں۔ نتائج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فکری تربیت میں تدبر، تفکر اور تعقل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جو شکوک، الحاد اور سیکولرزم کے مقابلے میں مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اخلاقی تربیت میں تقویٰ، صدق، امانت، حیا، عفت، عدل اور احسان جیسے اصول نوجوانوں کو ضبط نفس اور سماجی ذمہ داری سکھاتے ہیں۔ عصر حاضر میں ڈیجیٹل یلغار، فحاشی، مادیت اور خاندانی کمزوری جیسے چیلنجز نوجوانوں کو شدید خطرات سے دوچار کر رہے ہیں مگر قرآنی اسوہات اور اصول ان کا موثر مقابلہ کرسکتے ہیں۔ ادارہ جاتی سطح پر خاندان، تعلیمی نصاب، مساجد اور میڈیا کو مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نوجوان اللہ کی ہدایت سے جڑے رہیں اور معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بنیں۔ یہ نتائج نوجوانوں کی تربیت کو اللہ کی طرف رجوع کرنے اور تقویٰ کی بنیاد پر استوار کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

نوجوانوں کی تربیت کے لیے قرآنی رہنما اصول انتہائی واضح اور عملی ہیں جو فکری، اخلاقی اور روحانی سطح پر متوازن نشوونما کی ضمانت دیتے ہیں۔ سب سے پہلے تدبر اور تفکر کو اپنانا چاہیے تاکہ نوجوان اللہ کی نشانیوں پر غور کریں اور حق و باطل میں تمیز کریں۔ تقویٰ کو تربیت کا مرکز بنایا جائے جو گناہوں سے روکے اور نیکی کی طرف راغب کرے۔ صدق اور امانت داری کو روزمرہ زندگی کا حصہ بنایا جائے تاکہ اعتماد اور معاشرتی استحکام قائم رہے۔ حیا، عفت اور ضبط نفس کو نوجوانوں کی شخصیت کا لازمی جزو قرار دیا جائے جو فحاشی اور غیر ذمہ دار آزادی سے بچائے۔ عدل اور احسان کو سماجی ذمہ داری کا اصول بنایا جائے تاکہ نوجوان معاشرے کے کمزوروں کی مدد کریں اور انصاف قائم رکھیں۔ قرآنی اسوہات جیسے حضرت یوسف کی اخلاقی استقامت اور اصحاب کہف کی ایمانی جرات کو عملی نمونے کے طور پر پیش کیا جائے۔ خاندان، تعلیمی اداروں اور مساجد کو مل کر قرآنی تربیت کا نظام قائم کرنا چاہیے جہاں نصاب میں قرآنی فکر شامل ہو اور میڈیا کو مثبت طور پر استعمال کیا جائے۔ یہ اصول نوجوانوں کو عصر حاضر کے چیلنجز کا سامنا کرنے کی طاقت دیں گے اور انہیں اللہ کی رضا حاصل کرنے والے افراد بنائیں گے۔

مستقبل کی تحقیق کے لیے ممکنہ جہات متعدد اور وسیع ہیں جو قرآنی تربیت کو مزید موثر اور عملی بنانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔ ایک اہم جہت یہ ہے کہ مختلف علاقوں اور سماجی طبقات میں قرآنی تربیت کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تاکہ علاقائی اور ثقافتی عوامل کی بنیاد پر ماڈل کو بہتر بنایا جاسکے۔ ڈیجیٹل دور میں سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کے لیے قرآنی اصولوں پر مبنی ایپلی کیشنز اور آن لائن پلیٹ فارمز کی ترقی اور ان کے اثرات کی تحقیق کی جاسکتی ہے۔ نوجوانوں میں فکری انتشار اور اخلاقی بحران کی نفسیاتی اور سماجی وجوہات پر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے اور ان کے مقابلے میں قرآنی حکمت عملیوں کی تاثیر کا جائزہ لیا جائے۔ تعلیمی نصاب میں قرآنی فکر کی شمولیت کے نتائج کا طویل مدتی مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ والدین اور اساتذہ کی تربیت کے پروگراموں کی تاثیر پر تحقیق کی جائے تاکہ خاندان اور سکول کو تربیتی مراکز بنایا جاسکے۔ مزید یہ کہ اسلامی ممالک میں نوجوانوں کی تربیت کے موجودہ ماڈلز اور قرآنی ماڈل کے درمیان موازنہ بھی ایک اہم موضوع ہوسکتا ہے۔ یہ جہات مستقبل میں قرآنی تربیت کو عصری تقاضوں کے مطابق مزید مضبوط اور قابل عمل بنانے میں کلیدی کردار ادا کریں گی۔

---

[53] ناصر مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، جلد20، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، 1385 ہجری شمسی، ص300

[54] سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، جلد19، جامعہ مدرسین، قم، 1417 ہجری قمری، ص250